# اصلاحِ معاشرہ میں شعرا کا کردار: اکبر الٰہ آبادی اور مولانا ظفر علی خان کا مطالعہ

# Role of Poets in Social Reform: A Study of *Akbar Ilahabādī* and *Mawlānā Zafar 'Alī Khān*

**Gahfoor Ahmad**

*Doctoral Candidate Islamic studies, University of Gujrat, Gujrat*

**Dr. Qazi Furqan Ahmad**

*Assistant Professor of Islamic Studies, University of Gujrat, Gujrat*

## Abstract

This paper studies the role of *Akbar Ilahabādī* and *Mawlānā Zafar 'Alī Khān* in social reforms. It maintains that restructuring of society has been the first attempt of the reformers of the *Ummah*. Writers, historians, preachers and poets are considered to be the most sensitive people in the society, so their purpose in life is the welfare of the people and through their writings they inspire people in such a way that people live in the society in a good manner. *Akbar Ilahabādī* and *Mawlānā Zafar 'Alī Khān* have also played their role for the betterment of both Muslim and non-Muslim society without any discrimination. Both of these poets have taken up the cause of reforming the society with their humorous and serious style and method and have drawn the attention of the people towards the problems found in the society. *Akbar Ilahabādī* has tried to inculcate in the people of society love for the friends of God, awareness of knowledge, adoption of humility and submission, avoidance of turning away from the teachings of the Quran and the Gospels, modesty and harmony

between Muslims and Hindus, while *Mawlānā Zafar ʻAlī Khān* has showed the love for the family of the Prophet, highlighted the greatness of man, the greatness of Muslims of past. He pointed out issues like attention to humanity, love of humanity, hard work, liberation from slavery and harmony between Muslims and Hindus.

**Key words:** Social reform, poets, *Akbar Ilahabādī*, *Zafar ʻAlī Khān*

## تمہید

حضرت لقمان نے بھی اپنے بیٹے کو نیکی کی تبلیغ اور برائی سے روکنے کی تلقین کی تھی۔ارشاد ربانی ہے: یٰبُنَیَّ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ وَاْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْہَ عَنِ الْمُنْکَرِ[1] "اے میرے بیٹے نماز قائم رکھو، اور نیکی کا حکم دے اور برائی سے روک۔" نبی کریمؐ کی زندگی کے لاتعداد پہلو ہیں جن میں آپؐ نے اصلاح معاشرہ کی تلقین کی ہے۔اپنی زندگی میں اصلاح معاشرہ کے ذریعے آپؐ نے انسانیت کی پوری تاریخ کو نہ صرف بدل دیا بلکہ دنیا کا سماجی، سیاسی اور اخلاقی منظر تبدیل کر دیا۔ارشادِ نبویؐ ہے: "امرک بالمعروف و نھیک عن المنکر صدقۃ"[2] " نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا صدقہ ہے۔" اسی لیے اسلامی معاشرے سے اور دوسرے معاشرے سے تعلق رکھنے والے جتنے بھی ادیب شاعر اور نصائح طبیعت کے لوگ ہیں اُن تمام نے معاشرے کی اصلاح کی کوشش کی ہے۔اس مضمون میں اکبر الہ آبادی اور مولانا ظفر علی خان کی شاعری میں معاشرے کی اصلاح کے لیے لکھے گئے اشعار کا ایک جائزہ پیش کیا گیا ہے۔اکبر الہ آبادی اور مولانا ظفر علی خان نے اپنے اشعار میں معاشرے کی بہتری کے ہر پہلو پر تحریر کیا ہے۔اپنی اپنی شاعری میں دونوں نے معاشرے کی بہتری کے لیے مختلف طریقوں اور عقائد کو اپنایا ہے۔اکبر الہ آبادی نے طنزیہ اور مزاح کے ساتھ جب کہ مولانا ظفر علی خان نے معاشرے کی اصلاح سنجیدگی سے کی ہے۔

## اکبؔر الہ آبادی، مسلم اور غیر مسلم معاشرے کی اصلاح

اکبؔر الہ آبادی ایک عوامی شاعر ہیں انہوں نے اپنے کلام میں مسلم اور غیر مسلم معاشرے کی اصلاح کے متعلق بہت زیادہ اشعار تحریر کیے ہیں آپ نے معاشرے کی اصلاح میں ظریفانہ رنگ بھی استعمال کیا ہے۔

### ولی اللہ سے محبت

اصطلاح میں اس شخص کو کہتے ہیں جس کی اطاعت پے در پے ہو۔اور کوئی گناہ اس سے سرزد نہ ہوا ہو۔اس سے مراد وہ شخص ہے جس پر خدا کے احسان پے در پے ہوتے رہے ہوں۔اور ولی اس شخص کو بھی کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی ذات و

صفات کو بقدر امکان جانتا ہو اور طاعات پر ہمیشگی کرنے والا ہو۔ اور گناہ سے پرہیز کرنے والا اور لذات اور شہوات سے اغراض کرتا ہو۔ الہٰ آبادی بیان کرتے ہیں:

دل میرا جس سے بہلتا کوئی ایسا نہ ملا
بت کے بندے ملے اللہ کا بندہ نہ ملا[3]

اکبر بیان کرتے ہیں کہ مجھے کوئی ایسا بندہ نہ ملا جس سے میرا دل خوش ہو مجھے تو بت کے ہی بندے ملے لیکن اللہ تعالیٰ سے تعلق رکھنے والا کوئی بندہ نہ ملا۔

نہ کتابوں سے نہ کالج کے ہے در سے پیدا
دین ہوتا ہے بزرگوں کی نظر سے پیدا
جو خردمند ہیں وہ خوب سمجھتے ہیں یہ بات
خیر خواہی وہ نہیں ہے جو ہو ڈر سے پیدا[4]

معاشرے کے لوگوں کو اکبر سمجھاتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ دین کی دولت یا علم تو صرف اور صرف اللہ والوں کی نظر سے ہی پیدا ہوتا ہے یہ کتابوں اور کالج میں جانے سے حاصل نہیں ہو سکتا۔ عقل مند لوگ اس بات کو جانتے ہیں کہ دنیا کی بھلائی اور خیر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ہی پیدا ہوتی ہے۔اسی بات کی طرف اقبال نے اس انداز میں اشارہ کیا ہے:

کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے ذورِ بازو کا؟
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں[5]

**مغربی تہذیب**

مغربی تہذیب کے برے اثرات سے بچنا چاہیے کونکہ اگر انسان مغربی تہذیب کو اختیار کرے گا تو اِس دنیا میں بھی ناکام ہو گا اور آخرت میں بھی ناکامی ایسے انسانوں کا مقدر بن جاتی ہے جو لوگ مغربی تہذیب کا دل دادہ بن کر اس دنیا میں اپنی زندگی بسر کرتے ہیں الہٰ آبادی نے ان کے متعلق اپنے افکار کو اس طرح درج کیا ہے:

طریق مغربی کی کیا یہی روشن ضمیری ہے
خدا کو بھول جانا اور محو ما سوا ہونا[6]

اکبر کہتے ہیں کہ مغربی تہذیب کی یہ روشن ضمیری ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھول کر صرف اور صرف اپنے آپ کو ہی یاد رکھنا یعنی اکبر بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کو مغرب کی روشن ضمیری سے بچنا اور اجتناب کرنا چاہیے کیونکہ مغربی تہذیب میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں رکھا جاتا ہے لوگوں کا مطمع نظر صرف اور صرف مادی ضروریات کو پورا کرنا ہوتا ہے اور لوگ

مادیت میں ایسے کھو جاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو یاد رکھنا تو دور کی بات ہے وہ تو اللہ کا نام بھی نہیں لیتے اس لیے ہمیں اللہ تعالیٰ کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے۔

تیرے الفاظ کے رکھے ہیں پیدا دفتر
ورنہ کچھ بھی نہیں اللہ کی قدرت کے سوا[7]

اکبر بیان کرتے ہیں کہ تیرے الفاظ اور باتیں ہی ایسی ہیں جن سے شرک کا پہلو نکلتا ہے حالانکہ یہ بات تمام لوگ جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔

ہم ایسی کل کتابیں قابل ضبطی سمجھتے ہیں
کہ جن کو پڑھ کے لڑکے باپ کو خبطی سمجھتے ہیں[8]

اکبرالہٰ آبادی اس شعر میں ان اخلاق سوز کتابوں کو ختم کرنے کی ترغیب دے رہے ہیں جن کو پڑھ کر بچے اپنے باپ کو خطبی یعنی پاگل سمجھنے لگتے ہیں اکبر نے اس شعر کے ذریعے وَبِٱلْوَٰلِدَيْنِ إِحْسَانًا[9] کی طرف اشارہ کیا ہے۔ اس شعر میں والدین کو برا بھلا کہنے والے بچوں کے لیے تنبیہ اور سرزنش ہے کہ وہ اپنے والدین کی عزت و توقیر کا خیال رکھتے ہوئے ان سے مشفقانہ رویہ اپنائے رکھیں اور کبھی بھی والدین کا دل دکھانے کی کوشش نہ کریں اسی بات کو آپ نے اس انداز میں بھی پیش کیا ہے:

بھولے ماں باپ کو اغیار کے چرچوں میں وہاں
سایہ کو پڑا نورِ خدا بھول گئے[10]

اس شعر میں اکبرالہٰ آبادی نے ان نوجوانو کو مخاطب کیا ہے جو مغربی تہذیب میں جا کر اپنے ماں باپ کو بھلا دیتے ہیں اور وہ مغرب کی رعنائیوں اور رنگینوں میں ایسے مگن ہوتے ہیں کہ اپنے والدین سے بھی بے گانہ ہو جاتے ہیں اور مغربی تہذیب نے تم پر ایسے اثرات مرتب کئے کہ کفر کے سایے میں نور خدا کو بھی فراموش کر بیٹھے اس شعر میں بھی والدین کے ساتھ حسن سلوک کا درس دیا گیا ہے اور اخلاقی تربیت کا پہلو نکلتا ہے۔

## عشق و محبت سے بچنے کی تلقین

عشق اور محبت ایسی خوبی ہے جو کہ انسان کو انسان کے درجے پر پہنچا دیتی ہے اگر عشقِ حقیقی یعنی اللہ تعالی سے محبت ہو تو انسان اس دنیا میں بھی کامیاب زندگی بسر کرتا ہے اور آخرت کی زندگی میں بھی کامرانی اس کے قدم چومتی ہے اگر عشقِ مجازی ہو تو یہی عشق انسان کو تباہی کے دہانے پر لا کھڑا کرتا ہے اور انسان اس دنیا میں بھی ذلیل ورسوا ہوتا ہے اور آخرت میں بھی ناکامی اس کا مقدر بن جاتی ہے اس سلسلے میں اکبرالہٰ آبادی نے یہ انداز اختیار کیا ہے:

کرو شوق سے محبت مگر ایک بات سن لو
کسی اور کام کے پھر نہ رہو گے دل لگا کر[11]

اصلاح معاشرہ کے سلسلے میں اکبر بیان کرتے ہیں کہ اگر آپ کو محبت کرنے کا شوق ہے تو یہ شوق خوشی سے پورا کر لو۔ لیکن ایک بات یاد رکھو کہ محبت کرنے کے بعد تم کسی دوسرے کام کرنے کے قابل نہ رہوگے۔اسی کی طرف غالب نے اس انداز میں اشارہ کیا ہے:

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے [12]

**معرفت**

پہچان، شناخت۔ اصطلاح میں علم الٰہی، خدا شناسی، فیض روحانیت کا ادراک عوامی زبان میں ذریعہ و ساطت، واسطہ۔ معرفت تصوف کی ایک اصطلاح ہے۔۔ جس کا مفہوم خدا شناسی اور معرفت الٰہی ہے۔ یہ معرفت الٰہی سالکین راہ سلوک کی اپنی اپنی استعداد اور سعادت پر منحصر ہے۔ اس معرفت الٰہی کی کوئی حد و حصر نہیں۔ اکبر نے یہ اسلوب بھی اصلاح معاشرہ کے لیے اختیار کیا ہے:

انسان اگر معرفت حق سے ہو غافل
کیا شک کہ بہائم ہیں اس انسان سے بہتر
مخلوقِ الٰہی میں عمل پر جو نظر کر
انسان سے بدتر ہے نہ انسان سے بہتر [13]

اکبر بیان کرتے ہیں کہ جو انسان حق و باطل کے درمیان فرق اور امتیاز نہ کرنا جانتا ہو تو اس انسان سے تو مویشی چوپائے بہتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اگر غور سے دیکھا جائے اور ان کے اعمال کا پرکھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ انسان سے برا کوئی بھی نہیں اور اِن میں سے اعمال کے لحاظ سے ایسے انسان بھی موجود ہیں جو کہ بہت بہتر اور اچھے ہیں۔

**عاجزی وانکساری**

دنیا کی محبت جب انسان کے دل میں گھر کر جاتی ہے تو پھر انسان کو سب کچھ بھول جاتا ہے اور وہ اس مکار دنیا کی عیش وعشرت اور شان وشوکت میں ایسا کھو جاتا ہے ہے کہ اُسے آخرت بھول جاتی ہے اور وہ اپنی موت تک کو بھلا دیتا ہے۔اور ایک دن موت اس کو دبوچ لیتی ہے اگر کوئی انسان عاجزی وانکساری کو اپنا وطیرہِ زندگی بنا لیتا ہے اور غرور و تکبر جیسی برائیوں سے بچ جاتا ہے تو پھر اللہ کی نظر میں وہ ایک اچھا بندہ کہلاتا ہے اور یہی اچھائی دنیا وآخرت میں اس کی کامیابی کا سبب بن جاتی ہے الہ آبادی کے عاجزی وانکساری کے متعلق خیالات اس طرح ہیں:

پھنسایا جھوٹی باتوں سے مجھے دنیا نے غفلت میں
سیلایا مجھ کو اس مکار نے افسانہ خواں ہو کر
زمین کی طرح جس نے عاجزی وانکساری کی

خدا کی رحمتوں نے اس کو ڈھانکا آسمان ہو کر[14]

دنیا نے مجھے جھوٹی باتوں سے غفلت میں جکڑ لیا یعنی دنیا کو اس شعر میں اکبر نے مکار سے تشبیہ دی ہے اور اس دنیا مکار نے مجھے افسانہ خواں ہو کر غفلت کی نیند میں سلا دیا ہے۔ اکبر مزید بیان کرتے ہیں کہ زمین کی طرح جس نے عاجزی و انکساری کو اپنا شعار بنا لیا اُسے اللہ تعالیٰ کی رحمت اپنے سائے تلے جگہ دیتی ہے۔ جس طرح زمین کی انکساری پر آسمان نے ایسے ڈھانپ رکھا ہے۔ عاجزی وانکساری ہی اللہ تعالیٰ کو پسند ہے کیونکہ اللہ عاجز بندے کو ہی پسند کرتا ہے اور متکبر لوگوں کو ناپسند کرتا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِينَ[15] "بے شک وہ تکبر کرنے والوں کو محبوب نہیں رکھتا۔"

**قرآن اور انجیل کی تعلیمات سے روگردانی**

قرآن اور انجیل اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ الہامی کتابیں ہیں ان دونوں کتابوں میں اللہ تعالیٰ نے اِس کائنات میں زندگی بسر کرنے کے طریقوں کی تعلیم دی ہے۔ قرآن پاک تو اپنی اصل حالت میں آج تک موجود ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشادِ ربانی ہے: إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ[16] "بیشک ہم نے اس ذکر کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔" لیکن انجیل میں عیسائیوں نے تحریف کر دی ہے لیکن ان دونوں کتابوں کو ماننے والے ان کی تعلیمات پر عمل نہیں کرتے اور نہ ہی اس کے مطابق اپنی زندگیاں بسر کرتے ہیں اور نہ ہی یہ لوگ ان دونوں مذاہب کے مطابق زندگی گذارتے ہیں ان کے متعلق اکبر الہٰ آبادی کے افکار درج کیے جاتے ہیں:

قرآن سے نہ واقف ہیں نہ انجیل کے پیرو
باایں ہمہ ہے شوق ترقی میں تگ و دو[17]

اکبر کہتے ہیں کہ مسلمان قرآن پاک میں بیان کئے گئے احکامات سے واقف نہیں ہیں اور عیسائی انجیل مقدس کے اصولوں کو پیروکار نہیں ہیں لیکن اس کے باوجود دونوں مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو صرف اور صرف ترقی کرنے کا شوق ہے۔

مذہب کی آغوش میں آؤ
غافل بندو ہوش میں آؤ[18]

اکبر بیان کرتے ہیں کہ اگر انسان ترقی کرنا چاہتے ہیں تو انہیں مذہب کی آغوش میں پناہ لینی چاہیے یعنی مذہبی اصولوں کو مد نظر رکھتے ہوئے اپنے کام سر انجام دو یعنی انسان جس مذہب سے بھی تعلق رکھتے ہیں ان کو اپنے مذہب کے اعلیٰ اقدار کی پیروی کرنی چاہیے تب ہی اس معاشرے میں امن و محبت کی فضا بحال ہو گی۔

**شرم وحیا**

شرم کرنا۔ حیاء کی دو قسمیں ہیں۔پہلی قسم نفسانی ہے جسے اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں میں پیدا کیا ہے۔ جیسے بہت سے لوگوں کی موجودگی میں برہنہ ہونے سے حیاء کرنا، یا لوگوں کی موجودگی میں جماع کرنے سے پرہیز کرنا وغیرہ۔حیاء کی دوسری قسم امان سے تعلق رکھتی ہے جس کی وجہ سے مسلمان اللہ تعالیٰ کے خوف کے باعث گناہ کرنے سے بچا رہتا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: عن جرھد الا سلمی عن جدہ جرھد، قال مر النبی ﷺ بجرھد فی المسجد وقد انکسشف فخذہ فقال ان الفخذ عورۃ"[19]: ''حضرت جرہدابن خویلد اسلمی □ فرماتے ہیں میں مسجد میں تھا۔ حضور ﷺ میرے پاس سے گزرے اس وقت میری ران ننگی تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا ران بھی شرم گاہ میں شامل ہے۔اس کے متعلق اکبرؔ الہٰ آبادی نے اپنے خیالات کااس طرح اظہار کیا ہے:

جس کو خدا سے شرم ہے وہ ہے بزرگِ دیں
دنیا کی جس کو شرم ہے مرد شریف ہے
جس کو کسی کی شرم نہیں اس کو کیا کہوں
فطرت میں وہ رذیل ہے دل کا کثیف ہے[20]

اکبرؔ اصلاح معاشرہ کے سلسلے میں بیان کرتے ہیں کہ جو لوگ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے شرم و حیا کرتے ہیں تو ایسے ہی لوگ صحیح معنوں میں بزرگِ دین ہوتے ہیں اور جس کو دنیا کی شرم ہوتی ہے وہ شریف لوگ ہوتے ہیں اور جو لوگ نہ اللہ کا خوف دل میں رکھتے ہیں اور نہ ہی کسی دوسرے انسان سے شرم و حیا کرتے ہیں۔ اکبر بیان کرتے ہیں کہ میں اُن کو کیا کہوں دراصل ایسے ہی لوگوں کی فطرت رذیل ہوتی ہے اور اِن کے دل بھی ناپاک ہوتے ہیں۔

**مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان ہم آہنگی**

مسلم اور ہندو کیونکہ شروع سے ہی دنیا کے اس حصے جسے آجکل بھارت اور پاکستان کہتے ہیں میں آباد ہیں۔ ان دونوں قوموں کے رہن سہن، کھانے پینے اور اٹھنے بیٹھنے کے طریقے مختلف ہیں لیکن پھر بھی ان دونوں اقوام کے لوگ اپنے اپنے طور و طریقوں پر قائم رہتے ہیں۔ ہم آہنگی کے اصولوں کو اپنانا چاہیے تاکہ اس معاشرے میں امن و سکون کی فضا قائم ہو سکے اور دونوں قومیں ترقی و کامیابی کے مراحل آسانی سے طے کر سکیں۔ اس کے متعلق الہٰ آبادی کے افکار و خیالات یوں ہیں:

کہتا ہوں میں ہندو مسلماں سے یہی
اپنی اپنی روش پہ تم نیک رہو
لاٹھی ہے ہوائے دہر پانی بن جاؤ

موجوں کی طرح لڑو مگر ایک رہو[21]

ہندوؤں اور مسلمانوں کی اصلاح کے سلسلے میں اکبر تحریر کرتے ہیں کہ میں تم دونوں قوموں کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے اپنے طور طریقے ٹھیک کر لو اور نیکی کی راہ اختیار کرو اور تم پانی کی مانند بن جاؤ اور موجوں کی طرح ایک دوسرے سے ٹکراؤ اور پھر ایک قوم کی طرح بن جاؤ جس طرح موجیں آپس میں ٹکرانے کے بعد اکٹھی ہو جاتی ہیں۔ ایسے ہی تم لوگ آپس میں اکٹھے ہو جاؤ۔

**پردہ**

عورت کا غیر مردوں سے ستر چھپانا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے : وَقُل لِّلْمُؤْمِنٰتِ يَغْضُضْنَ مِنْ اَبْصَارِهِنَّ وَيَحْفَظْنَ فُرُوْجَهُنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلٰى جُيُوْبِهِنَّ وَلَا يُبْدِيْنَ زِيْنَتَهُنَّ اِلَّا لِبُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اٰبَآئِهِنَّ اَوْ اٰبَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اَبْنَآئِهِنَّ اَوْ اَبْنَآءِ بُعُوْلَتِهِنَّ اَوْ اِخْوٰنِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اِخْوَانِهِنَّ اَوْ بَنِيْٓ اَخَوٰتِهِنَّ اَوْ نِسَآئِهِنَّ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ اَوِ التّٰبِعِيْنَ غَيْرِ اُولِي الْاِرْبَةِ مِنَ الرِّجَالِ اَوِ الطِّفْلِ الَّذِيْنَ لَمْ يَظْهَرُوْا عَلٰى عَوْرٰتِ النِّسَآءِ وَلَا يَضْرِبْنَ بِاَرْجُلِهِنَّ لِيُعْلَمَ مَا يُخْفِيْنَ مِنْ زِيْنَتِهِنَّ وَتُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ جَمِيْعًا اَيُّهَ الْمُؤْمِنُوْنَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [22] "اور مومن عورتوں سے کہو کہ اپنی نگاہیں نیچی رکھیں اور اپنی عصمت کی حفاظت کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں سوائے اس زینت کے جو خود ظاہر ہو جائے اور وہ اپنے سینوں پر اوڑھنی کے بکل مار لیا کریں اور اپنی زینت کو ظاہر نہ کریں۔ مگر ان لوگوں کے سامنے شوہر، باپ، خسر، بیٹے، سوتیلے بھائی، بھتیجے، بھانجے، اپنی عورتیں اپنے غلام وہ مرد خدمت گار عورتیں سے کچھ مطلب نہیں رکھتے اور وہ لڑکے جو ابھی عورتوں کی پردہ کی باتوں سے آگاہ نہیں ہوئے ہیں (نیز ان کو حکم دو کہ) وہ چلتے وقت اپنے پاؤں زمین پر اس طرح نہ مارتی چلیں کہ جو زینت انہوں نے چھپا رکھی ہے اس کا اظہار ہو۔ آلہ آبادی یوں فرماتے ہیں:

بے پردہ کل جو آئیں نظر چند بیبیاں
اکبر زمیں میں غیرتِ قومی سے گڑ گیا
پوچھا جو ان سے آپ کا پردہ وہ کیا ہوا
کہنے لگیں کہ عقل پہ مردوں کی پڑ گیا[23]

اکبرؔ الہ آبادی مغربی تہذیب و معاشرے کو اپنانے اور اپنی روایات سے منہ موڑنے والوں پر طنز کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ میں نے کل کچھ عورتوں کو بے پردہ دیکھا یہ شرمناک منظر دیکھ کر میں نادم و شرمندہ ہوا ان عورتوں سے پوچھا کہ آپ پردہ کیوں نہیں کرتیں اور تمہارا برقعہ یا چادر کہاں گئی۔ تو ان عورتوں نے جواب دیا کہ وہ برقعہ یا چادر جو ہم اوڑھا کرتی تھیں اب ہمارے مردوں باپوں، بھائیوں اور شوہروں کی عقل پر پڑ گیا ہے۔ اس قطعہ میں ایک بڑی معاشرتی برائی بے پردگی کو آپ نے بڑے خوبصورت انداز میں بیان کرتے ہوئے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی ہے۔

### مولانا ظفر علی خان اور مسلم اور غیر مسلم معاشرے کی اصلاح

مولانا ظفر علی خان نے مسلم اور غیر مسلم معاشرے کی اصلاح و تربیت کے متعلق اپنے کلام میں بے شمار اشعار درج کیے ہیں۔ کیونکہ اصلاح معاشرہ سے ہی امن و خوشحالی انسانیت کے درمیان پیدا ہوتی ہے اور انسان معاشرے میں پر سکون زندگی بسر کرتے ہیں۔

### حسین ابنِ علی سے محبت

اہلِ بیت سے محبت ایمان کا حصہ ہے اور حضرت امام حسینؓ نے تو اسلام کو اپنے خاندان اور اپنے خون سے نئی جلا بخشی اور اپنی جان کا نذرانہ پیش کرکے کربلا کے میدان میں دینِ اسلام کی آبیاری کی۔ حضرت امام حسینؓ کی زندگی کا نمونہ ہمارے سامنے مولانا ظفر علی خان صاحب نے اس انداز میں کیا ہے:

حسین ابنِ علی نے کی ہے قائم اک مثال ایسی
کہ تقلید اُس کی تقدیر حیاتِ جاودانی ہے[24]

مولانا ظفر علی خان بیان کرتے ہیں کہ حضرت امام حسینؓ جو کہ حضرت علیؓ کے بیٹے ہیں اُنہوں نے ایک ایسی مثال قائم کر دی ہے جس پر عمل کرکے انسان حیاتِ جاودانی یعنی ابدی و ازلی زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔ یعنی آپؓ کی قائم کردہ مثال پر عمل کرتے ہوئے پوری انسانیت ہمیشہ کی زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔ جس طرح آج حضرت امام حسینؓ کا نام زندہ ہے اور یزید، شمر اور ابنِ زیاد کو کوئی بھی نہیں یاد کرتا۔

چمکتی اس حقیقت کی کرن ہے اس کی آنکھوں میں
کہ زندہ ہے تو اسلام اور جو کچھ ہے وہ فانی ہے[25]

مولانا ظفر علی خان بیان کرتے ہیں کہ یہ حقیقت آنکھوں میں چمک رہی ہے کہ اسلام ہی زندہ ہے اور باقی تمام چیزیں فنا کے مراحل سے گزر رہی ہیں اِس میں مسلمانوں کو درس ملتا ہے کہ اسلام ہی صحیح معنوں میں زندہ و تابندہ ہے باقی تمام چیزیں فنا ہونے والی ہیں۔ یعنی حضرت امام حسینؓ نے اسلام کو دوبارہ کربلا کے میدان میں اپنے خاندان اور اپنی جان کی قربانی دے کر زندہ کیا۔ مزید مسلم معاشرے کی اصلاح و تربیت میں ظفر علی خان نے اس اسلوب و منہج کو اختیار کیا ہے:

ہوئیں گل سڑ کے چونہ ہڈیاں اُس کے حریفوں کی
مگر لاکھوں دلوں پر اب تک اُس کی حکمرانی ہے[26]

مولانا ظفر علی خان مصلحانہ انداز میں مسلمانوں کی اصلاح کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ حضرت امام حسینؓ کے دشمنوں کی ہڈیاں خاک میں مل کر چونہ ہو گئیں ہیں لیکن آپؓ کا نام آج بھی زندہ ہے اور آپؓ لاکھوں لوگوں کے دلوں پر حکمرانی کر رہے ہیں۔ اس کائنات میں آپ کو ماننے والے لاکھوں کی تعداد میں موجود ہیں۔

**عظمتِ انسان**

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں وہ شرف وفضیلت بخشی ہے وکسی دوسری مخلوق کو نہیں ملی اور نہ ہی قیات تک ملے گی اور انسان کو اشرف المخلوقات کہا گیا ہے: اور بیشک ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی اور انہیں خشکی اور تری میں سوار کیا اور انہیں طیب چیزوں سے رزق دیا اور انہیں اپنی بہت سی مخلوق پر بہت سی برتری دی۔ اس آیت مبارکہ میں خالقِ خائنات نے انسان کو ساری مخلوق پر شرف وفضیلت کا اعلان کیا ہے، علامہ محمد اقبالؒ نے اِس آیت کی تفسیر ان الفاظ میں کرتے ہوئے عظمتِ انسان کا اعلان کیا ہے۔

فرشتہ مجھ کو کہنے سے میری تحقیر ہوتی ہے
میں مسجودِ ملائکہ ہوں مجھے انساں رہنے دو[27]

اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار خوبیاں عطا کیں ہیں لیکن کچھ خوبیوں کے ساتھ کائنات کی تمام مخلوق سے انسان کو فرق و امتیاز بخشا انسان ہی وہ واحد مخلوق ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے حسین و جمیل تخلیق کیا ہے اور ایسے عقل و دانائی سے سرفراز کیا گیا اور نیابتِ الہیٰ کے منصب پر فائز کیا گیا۔ مولانا ظفر علی خان نے اپنے خیالات کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے:

بنایا تھا حیوان کو جس نے انسان
اُس امت سے خود گم ہو آدمیت
نہ دنیا کی رفتار کا علم ہم کو
نہ اسرارِ دین سے ہمیں واقفیت
پرایوں سے پہنچا نہیں رنج اتنا
ملی ہم کو اپنوں سے جتنی اذیت
بدل جائیں جب خود طریقے ہمارے
تو پھر کیوں نہ بدلے حریفوں کی نیت[28]

مولانا ظفر علی خان ان اشعار میں مسلمانوں کو مصلحانہ انداز میں درس دیتے ہوئے کہتے ہیں وہ جن میں سے ایسی اعلیٰ اقدار موجود تھیں کہ جنہوں نے دنیا میں ایسے لوگوں کو انسانیت کے اعلیٰ اخلاقی اصولوں سے متعارف کروا کر اِن کی طرزِ زندگی کو بدل دیا تھا اب اُسی قوم یا ملت سے آدمیت کی تمام خوبیاں اور خصوصیات گم ہو گئی ہیں۔ ہم کو اب دنیا کی رفتار کا کوئی علم نہیں ہے کہ دنیا کتنی تیزی سے ترقی کی منازل طے کر رہی ہیں اور نہ ہی ہم لوگ دین کے اسرار ور موز سے کوئی واقفیت نہیں رکھتے۔ غیروں نے ہمیں اتنا دکھ اور رنج نہیں پہنچایا جتنا ہمیں اپنوں سے اذیت اور تکلیف پہنچی ہے۔ یعنی ہمیں اپنوں نے ہی ہر ایک میدان میں اذیت و تکلیف دی ہے۔ مولانا ظفر علی خان نے مسلم معاشرے کی اصلاح کرتے

ہوئے کہا ہے کہ اگر مسلمانوں کے طور طریقے بدل جائیں گے تو پھر ہمارے دشمنوں اور حریفوں کی بھی نیت بدل جائے گی۔

**مسلمانوں کی عظمت**

حضور ﷺ کی زندگی ہمارے لیے نمونہ حیات ہے جیساکہ ارشادِ ربانی ہے: لَّقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ ٱللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ[29] ترجمہ: "بے شک تمہارے لیے اللہ کے رسول اللہ ﷺ میں بہترین نمونہ موجود ہے۔" آپ ﷺ کے بعد صحابہ کرام □، تابعین، تبع تابعین، اولیاء کرام اور علماء کرام کی زندگیاں بھی ہمارے لیے مشعلِ راہ ہیں ہمیں اپنی زندگیاں ان کے نمونہ حیات کے مطابق بسر کرنی چاہیے۔ ظفر علی خان نے یوں بیان کیا ہے۔

وہ اگلے زمانے کے مسلماں کہاں ہیں
اسلام کی عزت کے نگہبان کہاں ہیں
وہ آنکھ کدھر ہے جسے کہتے تھے جہاں بین
حق بات جو سن لیتے تھے وہ کان کہاں ہیں
جھکتی تھیں جہاں قیصر و کسریٰ کی جبینیں
اُس قصرِ فلک بوس کے دربان کہاں ہیں
ظالم کی بدی کی بھی ہوئی تھی جو روادار
رحمت بھری اُس فقہ کے عنوان کہاں ہیں[30]

مولانا ظفر علی خان بیان کرتے ہیں کہ پہلے زمانے کے مسلمان کہاں ہیں جو کہ اسلام کی عزت ناموس کے لیے اپنی جان قربان کر دیتے تھے۔ وہ نگران و محافظ کہاں گئے ہیں اور وہ آنکھیں جن کو دوسرے مذاہب کے لوگ جہان بین کہتے تھے کدھر گئیں اور جو حق بات کو حق کہتے تھے اور حق بات جن کو دوسرے مذاہب کے لوگ دیدہ دلیری سے سن لیتے تھے وہ کہاں گئے۔ وہ مسلمان جن کے سامنے قیصر و کسریٰ کی پیشانیاں جھکتی تھیں وہ فلک بوس محلوں کے دربان اور چوکیدار کدھر گئے ہیں اور مسلمان ظالم سے یعنی ظالم اگر بدی اور ظلم کرتا تھا تو اُس سے بھی رواداری اور مساوات سے پیش آتے تھے اور وہ جن مسائل پر بحث کرتے تھے وہ بھی محبت و رحمت سے بھرے ہوتے تھے۔ ان اشعار میں مولانا ظفر علی خان انسانوں کو تحمل اور برداشت سے ہر کسی سے پیش آنے کی تلقین کی ہے بحثیت انسان ہمیں چاہیے کہ تمام انسانوں سے تحمل اور بردباری سے پیش آنا چاہیے اسی بات پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں نے اپنے آباؤاجداد کے اعلیٰ اصولوں پر عمل کرتے ہوئے ہر ایک میدان میں تحمل اور بردباری کا مظاہرہ کیا ہے۔

**نماز**

نماز دینِ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے۔ قرآن اور احادیث مبارکہ میں نماز کی بہت تاکید و تلقین کی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن میں سات سو مرتبہ نماز ادا کرنے کے متعلق ارشاد فرمایا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ[31] ترجمہ: "اور نماز قائم کرو اور تم مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔" پانچ نمازوں کی فضیلت کے متعلق ارشادِ نبویؐ ہے: عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ ﷺ قال الصلوات الخمس والجمعۃ الی الجمعۃ کفارات لما بینھن مالم تغش الکبائر[32] ترجمہ: "حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول کریمؐ نے فرمایا پانچ نمازیں اور ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک ان کے درمیان سرزد ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہیں۔ جب تک کبیرہ گناہوں کا مرتکب نہ ہو۔" مولانا یوں بیان فرماتے ہیں:

پڑھتے نہیں ہیں قوم کے لیڈر نماز کیوں
کھو گیا ہے قوم سے یہ امتیاز کیوں[33]

مولانا ظفر علی خان بیان کرتے ہیں کہ قوم کے لیڈر اور رہنما نماز کیوں ادا نہیں کرتے اور قوم سے یہ امتیازی علامت کیوں گم ہو گئی ہے۔ اس شعر میں نماز ادا کرنے کی مولانا ظفر نے قوم کے راہنماؤں اور لیڈروں کو تاکید و تلقین کی ہے

***انسانیت سے محبت***

انسانیت سے محبت کرنے کا درس ہر ایک مذہب کی اخلاقیات میں شامل ہے۔ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھنے والے انسان ہوں اُن نے ہر کسی سے محبت و پیار سے پیش آنے کا درس دیا ہے۔ مولانا صاحب یوں فرماتے ہیں:

اِن آریہ پرشوں کو خدارا کوئی سمجھائے
خود اُن کے منوجی کی کتھا اور ہی کچھ ہے[34]

مولانا ظفؔر اس شعر میں غیر مسلم لوگوں آریہ انسانوں کی اصلاح کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ خدا کے واسطے آریہ انسانوں کو کوئی سمجھائے کیونکہ اِن کا منوجی کا بیان اِنہیں کچھ اور کہتا ہے۔ یعنی منوجی دوسرے انسانوں سے پیار اور محبت سے رہنے کا درس دیتے ہیں۔

**محنت کا درس**

محنت ہی ایک ایسی چیز ہے جو کہ انسانوں کو دنیا میں کامیاب اور کامرانی کی راہ دکھلاتی ہے۔ وہی قومیں ترقی کے منازل طے کرتیں ہیں جو محنت کرنے سے محبت کرتیں ہیں وہ لوگ یا جو قومیں کبھی بھی کامیابی اور کامرانی کی راہ نہیں دیکھ سکتی جو محنت سے جی چراتی ہیں تاریخ ان بات کی گواہ ہے کہ جو قومیں اور انسان محنت کرتے ہیں وہی سرخرو ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی محنت کرنے والوں سے ہی محبت کی ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى[35] ترجمہ: "اور بے شک آدمی کے لئے وہی کچھ ہے جس کے لیے وہ کوشش کرتا ہے۔" اس کی طرف آپ نے یوں اشارہ کیا ہے:

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال اپنی حالت کے بدلنے کا[36]

اصلاح معاشرہ کے سلسلہ میں مولانا ظفر علی خان بیان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آج تک اُس قوم کی حالت تبدیل نہیں کی جس کو آپ اپنی حالت تبدیلی کرنے کا خیال نہ ہو۔ اسی بات کو اللہ تعالیٰ نے اِس آیتِ مبارکہ میں بیان کیا ہے: اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوۡمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوۡا مَا بِاَنۡفُسِہِمۡ[37] ترجمہ: "کسی قوم کی حالت اللہ تعالیٰ نہیں بدلتا جب تک کہ وہ خود اسے نہ بدلیں۔" مذکورہ بالا شعر میں مولانا ظفر علی خان نے کسی ایک قوم کی اصلاح نہیں کی بلکہ اِن کی نظر میں کوئی بھی قوم ہو سکتی ہے۔

### غلامی سے نجات

اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات بنایا ہے لیکن جب آدمی اللہ تعالیٰ کی پیروی سے منہ موڑتا ہے تو وہ کسی اور طاقت کی غلامی اختیار کرنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔ غلامی سے مراد اپنی خداداد آزادی سے محروم ہونا ہے۔ غلامی کا تعلق صرف جسم سے ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کی بہت سی اقسام ہیں۔ جیسا کہ نظریاتی غلامی فکری و ذہنی غلامی، معاشی و اقتصادی غلامی، ثقافتی و سماجی و سیاسی غلامی وغیرہ وغیرہ۔ اس کے متعلق مولانا یوں بیان فرماتے ہیں:

غیر کے محکوم ہونے سے کہیں اچھی ہے موت
تف ہے ایسی زندگی پر جو غلامی میں کٹے[38]

مولانا ظفر علی خان انسانوں کو مبلغانہ اور مصلحانہ انداز میں سمجھاتے ہوئے تحریر کرتے ہیں کہ کسی دوسرے کا محکوم رہنے سے تو بہتر یہ موت ہی ہے ہے۔ بیان کرتے ہیں کہ ایسی زندگی پر افسوس ہے جو کہ غلامی میں کٹے ادھر اگر ٹیپو سلطان کا مقولہ درج کیا جائے جو کہ انہوں نے اپنی شہادت کے وقت کہا تھا:

"گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے"[39]

### مسلمانوں اور ہندوؤں میں ہم آہنگی

بر صغیر میں آباد مسلم و ہندو دو قومیں صدیوں سے آباد ہیں لیکن اتنا عرصہ بیت جانے کے بعد بھی ان کے درمیان امن و سکون کی کوئی فضا قائم نہیں ہو سکی اور صدیوں سے یہ دونوں قومیں ایک دوسرے کی خون کی پیاسی ہیں لیکن اب وقت تبدیل ہو چکا ہے ان دونوں اقوام کو اپنے آپ کو تبدیل کرنا چاہیے اور محبت سے اس خطہ میں رہنا چاہیے اس طرف سے آپ نے ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

اے خدا برہمن و شیخ کے جھگڑے کو چکا
اور اٹھا ہند کی دیرینہ غلامی کی قیود[40]

مولانا ظفر علی خان بیان کرتے ہیں کہ اے اللہ تعالیٰ تو ہی شیخ و برہمن کے جھگڑوں کو ختم کرسکتا ہے یعنی مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان جو باہمی نفرت پیدا ہو گئی ہے اس کو کوئی دوسرا ختم نہیں کرسکتا اگر ختم کرسکتا ہے تو ہی اللہ تعالیٰ کرسکتا ہے اور جو ہندوستان پر بڑی دیر سے غلامی کے بادل چھائے ہوئے ہیں ان کو بھی اے اللہ تعالیٰ تو ہی غلامی سے آزاد کرسکتا ہے۔

**خلاصۂ بحث**

معاشرہ کی اصلاح مصلیحینِ امت کی اولین کوشش رہی ہے۔ معاشرہ سے تعلق رکھنے والا کوئی بھی انسان ہی نہیں چاہتا کہ معاشرے کا امن وسکون تباہ کرنے میں اس کا ہاتھ ہو۔ ادیب، مورخ، مبلغ اور شعرا معاشرے کے حساس ترین لوگوں میں شمار کیے جاتے ہیں اس لیے ان کا مقصد حیات ہی لوگوں کی بھلائی اور فلاح ہوتی ہے اور وہ اپنی تحریروں اور کلام کے ذریعے لوگوں میں ایسی روح پھونک دیتے ہیں کہ لوگ معاشرے میں رہتے ہوے معاشرے کی فلاح و بہبود کے لیے اپنا اپنا کردار ادا کریں تاکہ معاشرہ کامیابی وکامرانی کی منازل آسانی سے طے کرے۔اکبر الہ آبادی اور مولانا ظفر علی خان نے بھی بلافرق وامتیاز دونوں مسلم اور غیر مسلم معاشرے کی اصلاح کے لیے اپنااپنا کردار احسن طریقے سے ادا کیا ہے۔ان دونوں شعرا نے طنزومزاح اور سنجیدہ اسلوب و منہج سے معاشرے کی اصلاح کا بیڑا اٹھایا اور معاشرے میں پائے جانے والے مسائل کی طرف لوگوں کی توجہ مبذول کروائی ہے۔اکبر الہ آبادی نے اللہ کے ولیوں سے محبت، مغربی تہذیب سے بچاؤ، عشق و محبت سے بچنے کی تلقین، معرفت سے اگاہی، عاجزی وانکساری اختیار کرنا قرآن اور انجیل کی تعلیمات سے روگردانی سے بچاؤ، شرم وحیاء مسلمانوں اور ہندوؤں کے درمیان ہم آہنگی اور پردے جیسے مسائل کی اصلاح کی ہے جب کہ مولانا ظفر علی خان نے اہل بیت سے محبت ، عظمتِ انسان، مسلمانوں کی عظمتِ رفتہ ، نماز کی طرف توجہ، انسانیت سے محبت، محنت کا درس،غلامی سے نجات اور مسلمانوں اور ہندوؤں میں ہم آہنگی جیسے مسائل کی طرف اشارہ کرکے ان کے حل کی طرف متوجہ کیا۔

---

**References**

1Laqmān 31:17.

2 Abū ‘Isā Muhammad Ibn ‘Isā al-Tirmadhī, ,*Sunān al-Tirmadhī* (Beirūt:Dār ual-Fikr, 1998, AD),1:2020.

3Akbar Hussain Ilahabādī, *Kulliāt-i-Akbar*( Lahore: RRPrinters,2017, AD),25.

4Ilahabādī,, Kulliāt-i-Akbar, 30.

5Allāma Muhammad Iqbāl, *Kulliāt-i- Iqbāl* (Delhi: Markzi Maktaba Islami, 1993, AD),221.

[6]Ilahabādī,, *Kulliāt-i-Akbar*, 26.

[7]Ilahabādī,, *Kulliāt-i-Akbar*,29.

[8]A Ilahabādī,, *Kulliāt-i-Akbar*,264.

9Banī Isrā'īl 17:23.

[10]Ilahabādī,, *Kulliāt-i-Akbar*, 256.

[11]Ilahabādī,, *Kulliāt-i-Akbar*, 44.

[12]Mirzā Asadullāh Khān Ghālib, *Dewān-i-Ghālib* (Lahore :Nadim Younis Printers, 2003,AD),405.

[13]Ilahabādī,, *Kulliāt-i-Akbar*, 45.

[14]Ilahabādī,, *Kulliāt-i-Akbar*,47.

15-Al Naḥal 16:23.

16Al-Hijar 15:9.

[17]Ilahabādī, *Kulliāt-i-Akbar*, 224.

[18]Ilahabādī,, *Kulliāt-i-Akbar*, 211.

[19]Tirmadhī, *Sunan al-Tirmadhī*,1:2067.

[20]Ilahabādī,, *Kulliāt-i-Akbar*, 167.

[21]Ilahabādī,, *Kulliāt-i-Akbar*,160.

[22]Al-Nūr 24:31.

[23]Alabādī, *Kulliāt-i-Akbar*,152.

[24]Mawlāna Zafar 'Alī Khān, *Kulliāt-i-Zafar 'Alā Khān* (Lahore: RR Printers, 2011,AD),47.

[25]Zafar 'Alī Khān, *Kulliāt-i-Zafar 'Alā Khān*, 47.

[26]Zafar 'Alī Khān, *Kulliāt-i-Zafar 'Alā Khān*,47.

[27] Iqbāl, Kulliāt-i- Iqbāl,197.

[28]Zafar 'Alī Khān, *Kulliāt-i-Zafar 'Alā Khān*, 60.

28Al-Aḥzāb 33:21.

[30]Zafar ʻAlī Khān, *Kulliāt-i-Zafar ʻAlā Khān*, 60.

31Al-Rūm 30:31.

[32]Tirmadhī, *Sunan al-Tirmadhī*,2:205.

[33]Zafar ʻAlī Khān, *Kulliāt-i-Zafar ʻAlā Khān*,79.

[34]Zafar ʻAlī Khān, *Kulliāt-i-Zafar ʻAlā Khān*,105.

34Al-Najm 53:39.

[36]Zafar ʻAlī Khān *Kulliāt-i-Zafar ʻAlā Khān*,182.

36Al-Ra'd 13:11.

[38]Zafar ʻAlī Khān, *Kulliāt-i-Zafar ʻAlā Khān*,72.

[39]Naseem Hijāzī, *Aur Talwār Toot Ghaī* (Lahore: Qaumī Kutub Khāna, 1995,AD),297.

[40]Zafar ʻAlī Khān, *Kulliāt-i-Zafar ʻAlā Khān*, 326.